بدھ مت کے بھکشوؤں اور اسلام کے صوفیوں کے ضابطۂ اخلاق کا تقابلی جائزہ

The code of ethics for Monks in Budhism and Sufis in Islam: A comparative study

ڈاکٹر کریم داد[i] حافظ شاہ بخت روان[ii]

Abstract

The code of conduct for monks in Buddhism and Sufi's in Islam: a comparative review The human body is composed of two things, the body and spirit. In every religion whether it is Semitic or Non Semitic, there are teachings physical and spiritual well-being. In some religions like Buddhism, the concept of mysticism is dominant and is in prevailing in every part of life. As far the Islamic way of life is concerned, it covers both the sides in an adequate manner. In Buddhism and Islam there is a guideline for spiritual persons, monks and sufi's. This research paper contains the comparatively evaluation of ethical code that both the religions have presented for their followers.

***Key Words**: Buddhism ,Sufi's, Human, Spiritual*

انسان دنیا اور مرنے کے بعد پرسکون اور خوشحال زندگی گزارے، اسی مقصد کا حصول مذاہب کی تعلیمات کا محور ہوتا ہے۔ انسان جسم اور روح کا مرکب ہے، روح کو نفس سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسانی روح کی حفاظت اور اس کی نشوونما سے متعلق احکامات دوسرے مذاہب کی طرح بدھ مت اور اسلام نے بھی دیئے ہیں۔ اس سے متعلق ان دونوں مذاہب کے تعلیمات کیا ہیں؟ انسانی جسم اور روح کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور انسان اس زندگی کے ساتھ ساتھ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی خوش و خرم رہے۔ اس آرٹیکل میں ان دونوں مذاہب کی تعلیمات اور طریقہ کار کا ایک جائزہ لیا گیا ہے اور پھر ان کا تقابل کیا گیا ہے۔

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

طریقہ کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے مذہب / مت کا تعارف پیش کیا گیا ہے، پھر بدھ مت اور اسلام کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے بعد تزکیہ نفس سے متعلق ان دونوں مذاہب کی تعلیمات اور طریقہ کار بیان کیا گیا ہے اور آخر میں ان تعلیمات اور طریقہ کار کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔

مت / مذہب کا تعارف

بدھ مت سنسکرت زبان کا لفظ ہے جو اصل میں دو الفاظ "بدھ" اور "مت" سے مرکّب ہے۔ "مت" اصل میں ہندی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے:

" سمجھ، بوجھ، عقل، دانش، فہم، ادراک، دانائی، رائے، نصیحت، عادت، مذہب، ملّت، دھرم، عقیدہ، اعتقاد[1]۔"

مت کے لیے "ازم اور دھرم" جیسے الفاظ بھی مستعمل ہو رہے ہیں۔ لفظ "مت" کا مطلب ہے "مذہب" جس کا معنی ہے راستہ، طریقہ، عقیدہ وغیرہ۔ "مت" کے مقابلے میں اس کا مترادف لفظ "مذہب" ہے جو کہ زیادہ مشہور اور مستعمل ہے۔

بہر کیف مت اور مذہب ایک ہی چیز کے دو نام ہے۔ مذہب کا لفظ "ذہب" کے مادے سے نکلا ہے اور مذہب اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ مصدر میمی اور ظرفِ مکان کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ذہب کے معنی ہے: چلنا، جانا، کوچ کرنا۔ جب "ذَہبٌ" اسم کے طور پر استعمال ہو جائے تو پھر سونے (زیور) کو کہتے ہیں۔ مذہب (ظرفِ مکان) کا معنٰی ہے: چلنے کی جگہ، چلنے کا راستہ وغیرہ۔ عربی لغت کے اعتبار سے مذہب کا معنٰی ہے کسی چیز کے بارے میں انسان کے اختیار کردہ عادات واطوار، اور مخصوص طرزِ حیات، سوچ و فکر۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:

" وللناس فيما يعشقون مذاهب[2]" لوگوں کا اپنے محبوب چیزوں کے بارے میں اپنے اپنے عادات وطریقے، سوچ وافکار ہوتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ لغوی اعتبار سے مذہب کسی فرد کے مخصوص اندازِ فکر و عمل کا دوسرا نام ہے جو وہ کسی چیز، شخص، واقعہ وغیرہ کے بارے میں اپناتا ہے یا اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے جو راستہ اختیار کرتا ہے اُسے "مذہب" کہتے ہیں۔

مذہب / مت کے اصطلاحی معنی

اصطلاح میں انسان کے مقصدِ حیات تک پہنچنے کے راستے کو مذہب(مت) کہتے ہیں۔لیکن شرعی اصطلاح کے لحاظ سے:

أ- مذہب سے مراد وہ اصول و قوانین ہیں جن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے[3]۔

ب- وہ اصول جن پر چل کر زندگی گزاری جاسکے، اِن اُصولوں کو"مذہب یا مت"کہتے ہیں[4]۔

ت- مذہب(مت) ایک ایسا لفظ ہے جو عام طور پر انسان کے خُدا یا مافوق البشر طاقتوں سے تعلق کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اور پھر ان مخصوص عقائد اور طریقہ ہائے عبادت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن میں متذکرہ بالا تعلقات کا ذکر ہو[5]۔

ث- ہر شخص، ہر قوم و سوسائٹی کے زندگی گزارنے کا ایک طریقہ، کچھ عادات و خیالات ہوتے ہیں (جیسے مذہب کہتے ہیں) جو کبھی نسلی اور قومی بنیادوں پر اُستوار ہوتے ہیں جیسے سامی مذہب، اور کبھی جغرافیائی تقسیم کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جیسے آریائی اور منگولی مذاہب اور کبھی عقیدے کی بنیاد پر ہوتے ہیں جیسے مذہبِ اسلام، ہندو مذہب، عیسائی مذہب وغیرہ[6]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی خطے کے لوگ اپنے روحانی ضروریات پورا کرنے کے لیے جو امتناعات، پابندیاں، اُصول و قوانین، ضوابط وغیرہ عائد کرتے ہیں اُن کا مجموعہ مذہب(مت) ہے۔ مذہب دُنیا کے کسی خاص عقیدے، طریقے، فکر یا طرزِ زندگی کا نام نہیں۔اطلاق کے لحاظ سے ہر دین اور عقیدے کے پیروکاروں کے اختیار کردہ سوچ و فکر، طرزِ حیات، عادات واطوار کا نام"مذہب یا مت"ہے۔جب یہ عادات واطوار، سوچ و فکر، طرزِ حیات اُن کی زندگی کا اوّلین مقصد بن جائیں جس پر چل کر وہ زندگی میں کامیابی کا متلاشی ہوجاتا ہے تو پھر یہ اس مخصوص گروہ کا مذہب (مت) بن جاتا ہے۔اسی نسبت سے مسلمانوں کا اپنا مذہب، ہندوؤں کا اپنا مذہب، عیسائیوں کا اپنا مذہب وغیرہ وجود میں آئے ہیں اور اب تک مختلف مذاہب کے پیروکار مختلف خطّوں میں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارتے ہیں جس میں وہ کامیابی تصوّر کرتے ہیں۔اکثر مذاہب میں فطرت انسانی کے مطابق روحانی پہلو نمایاں نظر آتی ہے جس کے تحت آدمی معاشرے میں ایک ترتیب وار زندگی بسر کرتے ہے اور مغفرت پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔مذہب(مت) کے بارے میں یہی نظریہ"مثبت نظریہ"کہلاتا ہے۔جس میں روحانیات اور اخلاقیات کو فوقیت حاصل ہوتا ہے۔

مذہب کے بارے میں منفی نظریہ

جب کہ اس کے برعکس مذہب کے بارے میں "منفی نظریات" کے حامل لوگ (خصوصاً کمیونسٹ لوگ) بھی موجود ہیں جو مذہب کو:

أ- افیون کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل خوشی کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مذہب کو مٹایا جائے (کارل مارکس)

ب- تمام مذاہب اور مذہبی ادارے سرمایہ داری کے ردّ عمل کا آلہ سمجھتا ہے (لینن)۔

ت- مذہب کی حقیقت کچھ بھی نہیں یہ صرف دنیاوی طاقتوں کے آدمیوں کے دماغوں میں ایک خیالی عکس اور تصور ہے جو ان کی روزمرّہ کی زندگی میں اثرانداز ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جس کے نتیجے میں زمینی طاقتیں غیر زمینی طاقتوں (روحانی اور آسمانی) طاقتوں کا روپ دھار لیتی ہے (فریڈرک اینجلز)۔

ث- ہمیں مذہب کے خلاف جنگ کرنی چاہئیے۔ یہ مادیت کا آغاز ہے۔ ہمارا نعرہ ہے کہ دنیا سے مذہب مٹ جائے اور دہریت کا بول بالا ہو اور لادینیت کی تبلیغ واشاعت ہمارا سب سے بڑا کام ہے (پردلتاریہ)۔

ج- روحانیت کوئی چیز نہیں۔ مادیت اور دنیوی طاقت ہی اصل چیز ہے اور *Might is Right* کا نظریہ اب دُنیا میں کارفرما رہے گا (فریڈرک نطشے)[7]۔

بُدھ مت کا تعارف:

"بُدھ" سنسکرت زبان کا لفظ ہے جو اسم مذکر کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس کا لغوی معنی ہے:

"عقل مند آدمی، مردِ دانا، خدا شناس، سیارہ عطارد، چہار شنبہ[8]۔"

جب "بُدھ" کے ساتھ "مت" کی اضافت ہو جائے تو پھر "بُدھ مت" ایک آدمی سے منسوب "دین اور مذہب" کا نام ہے۔ جو اصلاً ہندو تھا اور اسے "بُدھ" کا لقب دیا گیا۔ یہ آدمی قبیلہ تساکیہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کا باپ جسے "سدوانہ یا شدھودھن" کہا جاتا تھا، اس قبیلے کے معزّز ترین افراد میں سے تھا، جو لمبی چوڑی زمین اور بلند و بالا محلات کا مالک تھا اور عظیم جاہ وعزت کا لطف اُٹھا رہا

تھا۔ یہ معزّز آدمی ایک معزّزہ عورت سے نکاح کیے ہوئے تھا جس کا نام "مایا" تھا تو یہ "بُدھ" اس نکاح کا پہلا ثمرہ تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح (تقریباً ۵۶۸ قبل مسیح میں شمال ہند کے علاقہ نیپال میں)[9] اس کی پیدائش ہوئی اور اس کا نام "سدھاتا[(10)]" یا "سدھارتھ[(11)]" رکھا گیا، لیکن اس کے بُرج کا نام "گوتم" تھا۔ ولادت کے پہلے ہفتے ہی والدہ اس دارِ فانی سے رُخصت ہوئی تو پرورش کی ذمّہ داری خالہ "مہاباتی" پر پڑی جس نے اس کو شہزادوں اور حکام کی طرح پالا اور جوان ہوا۔ ایک حاکم کی بیٹی "یاسودھرا (یشودھرا)" سے شادی کی اور جلد ہی اسے اس سے ایک بچہ بھی عطاء ہوا جس کا نام "راھولا" رکھا گیا[(12)]۔

سدھاتا یا سدھارتھ کی زندگی میں مذہبی انقلاب اور سدھاتا سے گوتم بدھ تک

ویسے تو سدھارتھ کے دل و دماغ میں تقریباً انیتس (۲۹) برس کی عمر میں مختلف خیالات اور متضاد افکار پیدا ہونے لگے تھے جو ایک طرف ہندوانہ زندگی کی آواز بازگشت تھے، جس میں وہ رہتا تھا جب کہ دوسری طرف یہ اس ناز و نعمت کی زندگی کی آواز بازگشت تھے جس میں وہ پل رہا تھا لیکن جس رات اس کا بیٹا پیدا ہوا تھا تو اس بچے کی آمد پر محل خوشیوں سے اور مسرّتوں سے بھرا ہوا تھا لیکن سدھارتھ نے اس ناز و نعم کی زندگی چھوڑنے کا ارادہ کر کے زُہد اور تنگ دستی کی زندگی شروع کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اس جہان کے راز کی معرفت تک پہنچ جائے، اور اسی رات ہی سے اپنی بیوی اور بچے کو الوداعی نگاہ سے دیکھ کر محل سے کھسک کر جنگلوں اور بیابانوں میں راہبانہ زندگی اختیار کرنے لگا تا کہ اس جہاں کا راز معلوم کر لے۔ اس وقت سے اس کا نام "گوتم" یعنی راہب و درویش پڑ گیا[(13)] اور یوں وہ گوتم بُدھ کے نام سے جانا جانے لگا اور اس کے مذہب کو "بُدھ مت" کا نام دیا گیا۔

بِھکشو کا تعارف

بِھکشو سنسکرت زبان کا لفظ ہے جو بطور مذکر استعمال ہوتا ہے۔ بِھکشو کا لفظ دو الفاظ "بھیک" اور "شُو" سے مرکّب ہے۔ "بھیک" ہندی زبان کا لفظ ہے جس کا معنٰی ہے: سوال کرنا، خیرات مانگنا، گدائی کرنا۔ جب کہ "شُو" فارسی زبان کا لفظ ہے جو کہ "شُستن" مصدر سے امر کا صیغہ ہے اور اس کا مصدری معنٰی ہے:

"دھونا، پاک وصاف کرنا۔" جب "شُو" کسی اسم کے ساتھ لاحقے کے طور پر آجائے تو اس کو اسمِ فاعل کے معنٰی پر بناتا ہے۔ اسی قاعدے کے بنا پر "بِھکشو" کا لغوی معنی ہوا: "بھیک مانگنے والا، بھیک پر بسیرا کرنے والا، خیرات مانگنے والا، فقیری اور گداگری کرنے والا[14]۔"

بُدھ مت کے پیروکار کی بُدھ کے ہاں سب سے واضح نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے اموال وجائیداد سے دست کش ہو جائے۔ اپنا کاسہ گدائی اٹھا لے اور بدھوؤں کی جماعت کے ساتھ مل کر سوال کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائے اور خیرات مانگنے پر زندہ رہے[15]۔ اسی وجہ سے بدھ مت کے درویشوں کو "بھکشو" کہا جاتا ہے۔ جس کی اصلیت یہ ہے کہ گوتم بدھ کا طرزِ تبلیغ ووعظ، اصلاح مریدین اور اصلاح درویشان کا طریقہ دوسرے داعیوں سے قدرے مختلف تھا،اس نے اپنے مریدوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہوا تھا، ایک کو درویشی کا لباس پہنا دیا، دوسرا دنیاداروں کا گروہ تھا۔ دونوں گروہوں کو عام فہم تعلیم دی لیکن درویشوں کے گروہ میں شمولیت کے لیے کھڑی شرائط عائد کر رکھی تھیں۔ جس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ عیش وعشرت کی زندگی چھوڑ کر سادگی اپنانی ہوگی۔ جس کے لیے نفس کشی ضروری تھی، لہٰذا ایسے کام سرانجام ہونے پائے جس سے نفس میں یہ دنیاوی تصوّرات نہ آنے پائے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے درویش علی الصباح خانقاہ کی صفائی کرتے پھر کاسہ گدائی لے کر دربدر حصول خوراک کے لیے نکل جاتے، واپسی پر جمع شدہ خوراک گرو کے سامنے رکھ دیتے، پھر تعلیمی مشغولیت شروع ہو جاتی، سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے پھر خانقاہ میں جاڑو پھیرتے اور خانقاہ روشن کرتے، پھر گوتم کی تعلیمات پر غور وفکر کرنے میں لگ جاتے تھے اور جو دنیادار تھے، ان کی ذمّہ تھی کہ وہ درویشوں سے علم حاصل کریں[16]۔

لفظ درویش کی وضاحت

فقراء، غرباء اور خصوصاً مذہبی لحاظ سے فقیری اختیار کرنے والے کو ہمارے معاشرے میں بھی درویش کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کو دال کے فتحہ کے ساتھ "دَرْوَیْش" بھی پڑھا گیا ہے اور دال کے ضمہ کے ساتھ "دُرْوَیْش" بھی۔ پہلی صورت میں "دَر" کا معنی ہے:

"دروازہ، گھر اور "ویش" کا معنٰی ہے پھرنے والا۔ تو اسی صورت میں دَرویش کا معنٰی ہوا دربدر پھیرنے والا یعنی فقیر، سوال کرنے والا۔ اور دوسری صورت "دال کے ضمہ" ہو تو پھر "دُر" کا معنٰی ہے: موتی اور "ویش" کا معنی ہے: چننے والا۔ تو مطلب ہوا: "موتی کا چُننے والا[17]۔"

سنگھ یا جماعت الفقراء

بھکشوؤں کا ابتدائی نام "سنگھ "ہو تا ہے۔ جس کا عام مطلب ہے:

"جماعت الفقراء "یعنی فقیروں کا گروہ۔"

مناسبت واضح ہے جس کی اصلیت یہ ہے کہ جب کوئی امید وار بھکشو بننا چاہتا ہے تو اس میں جب مندرجہ ذیل شرائط پائے جائیں تو پھر اس کو رسوم داخلہ کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور اس کے بعد تین پناہوں کا اقرار اور ممنوعاتِ عشرہ کا عہد لیا جاتا ہے۔ جب وہ ان مراحل سے گزرتا ہے تو وہ براہِراست بھکشو نہیں بنتا بلکہ وہ ابھی ابتدائی مرحل میں قدم رکھتا ہے۔ اس ابتدائی مرحلے کو اور نو وارد امیدوار کو " سنگھ " کہتے ہیں۔ "ممنوعاتِ عشرہ" پر کار بند رہنے کا حلف اُٹھانے کے بعد امیدوار "سنگھ "کے ممبروں کے ساتھ باقاعدہ رِہ سکتا ہے۔ لیکن ابھی وہ بھکشو کے درجہ سے دور ہو تا ہے۔ تاہم کچھ عرصہ بعد وہ مستقل رکن بننے کی غرض سے دوبارہ درخواست کرتا ہے، حسبِ سابق پھر کیمٹی قائم ہوتی ہے، امیدوار اس کے اراکین کے روبرو فقیرانہ لباس اتار کر سادہ کپڑے زیب تن کرتا ہے اور وہ تمام رسوم دوبارہ ادا ہوتی ہیں، جو آئندہ سطور میں بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مستقل رکن بننے کی درخواست کمیٹی کو کرتا ہے۔ صدر کمیٹی ڈوری والا کشکول اس کے گلے میں ڈالتا ہے اور نام، استاد کا نام، اپنی مرضی وغیرہ کے بارے میں ضروری سوالات کئے جاتے ہیں ۔اس کے بعد دو بھکشو وکیل کا کردار ادا کرتے ہوئے اس کی طرف سے کامل اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد صدر مجلس اور دیگر اراکین سے تین بار استفسار کرتے ہیں کہ کسی کو اس امیدوار کی بطور مستقل ممبر سنگھ میں شمولیت پر اعتراض تو نہیں۔ جب جواب نہیں میں آجائے تو پھر صدر مجلس اس کے بھکشو بننے کا اعلان کرتا ہے اور یوں وہ سنگھ کے درجے سے ترقی پاکر بھکشو کے درجے میں داخل ہوتا ہے[18]۔

بھکشو بننے کے شرائط

ابتداء میں بھکشو بننے یا جماعت الفقراء میں شامل ہونے کے لیے کوئی شرط نہیں تھا اور نہ باضابطہ کوئی رسم تھی، لیکن بعد میں متعدد قوانین وضع ہوئے جو سنگھ میں امیداوار کی شمولیت اور

سرگرمیوں کو باقاعدہ اصولوں کے تحت منظّم اور محدود کرتے تھے۔ گوتم بدھ نے بھکشوؤں کے لیے مندرجہ ذیل شرائط عائد کئے ہیں:

- ✓ شراب نوشی نہ کرتا ہو۔
- ✓ صبح سویرے اُٹھ کر خانقاہ کی جاروب کشی کرنی ہو گی۔
- ✓ رزق کی جستجو میں دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔
- ✓ درویشوں میں شمولیت سے پہلے سر منڈھوانا اور نارنجی رنگ کا کپڑا پہننا ہو گا۔
- ✓ کسی متعدی مرض اور دیگر عوارض میں مبتلا یہ ہو۔
- ✓ کسی کا نوکر اور قرض نہ ہو۔
- ✓ درویشوں میں شامل ہونے سے پہلے ماں باپ کی اجازت لینی ہو گی۔
- ✓ عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر سادگی اپنانی ہو گی۔
- ✓ نابالغ (۱۵ سال سے کم) نہ ہو۔
- ✓ جب لوگ گوتم بدھ کے درویش بن جاتے تو ان کی ڈیوٹی لگائی جاتی کہ وہ علم حاصل کریں، دنیاداروں کو تعلیم دیں اور حصولِ نجات کے لیے تگ و تاز کریں، اِن ارشادات پر درویش پوری طرح عمل پیرا ہوتے تھے[19]۔

رسوم داخلہ

ابتداء میں سنگھ کے تمام ممبران برابر تصوّر کئے جاتے تھے لیکن رفتہ رفتہ مختلف درجات اور منزلوں کا ایک منظّم نظام کیا گیا جس کا اجمالی خاکہ کچھ یوں ہے:

- ✓ امیدوار کم از کم آٹھ برس کا ہو سکتا ہے، لیکن باقاعدہ داخلہ کم از کم بیس برس کی عمر میں ہی ہو گا۔
- ✓ داخلہ کے دن بطور رکُن کم از کم دس سالہ تجربہ کا حامل ایک بھکشو دس رکنی بھکشو کمیٹی کی صدارت کرے گا۔
- ✓ امیدوار گیروے رنگ کا لباس ہاتھ میں لئے اپنے نام کے تجویز کنندہ کے ساتھ حاضر ہو کر صدر کو بعد از سلام کوئی ہدیہ پیش کرتے ہوئے کہے گا:

"حضور براہِ کرم یہ لباس لے کر مجھے جماعت میں داخل فرمائیں تاکہ میں غم سے آزاد ہو کر نروان پاؤں۔"

- ✓ صدر مخصوص قسم کے کلمات دوہراتا ہوا امیدوار سے کپڑے وصول کر کے اس کے گلے میں ڈال دے گا۔
- ✓ اب امیدوار کسی گوشے میں جاکر فقیرانہ لباس زیبِ تن کرے گا۔ اور اس دوران کچھ کلمات مسلسل ادا کرتا رہے گا جن کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ فقط شرم وحیاء اور موسموں کی شدت کے باعث ہی میں یہ لباس پہنتا ہوں۔
- ✓ اس عمل بعد وہ صدرِ مجلس کے روبرو حاضر ہو کر بصد عقیدت و احترام جھک جاتا ہے[20]۔

تین پناہیں

بھکشو (سنگھ) میں داخلہ کی کلید تین پناہیں ہیں۔ امیدوار صدر مجلس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر تین پناہوں کو تین بار دہراتا ہے، جو یوں ہیں:

- ✓ میں بدھ کی پناہ میں آتا ہوں۔
- ✓ میں دھرم کی پناہ میں آتا ہوں۔
- ✓ میں سنگھ کی پناہ میں آتا ہوں[21]۔

بھکشو (سنگھ) کا ضابطۂ اخلاق اور ممنوعات عشرہ

جماعت الفقراء کا رکن بننے کا خواہش مند تین پناہیں طلب کرنے کے بعد یہ حلف بھی سہ بار اُٹھاتا ہے کہ وہ ان دس ممنوعات کی پابندی کرے گا جو سنگھ کے ہر ممبر پر لاگو ہوتے ہیں:

1. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ کسی جاندار کو نہ ماروں گا۔
2. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس چیز کو نہ لوں گا جو مجھے نہ دی جائے گی۔
3. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ ناپاکی سے پرہیز کروں گا۔
4. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ نشہ آور اشیاء استعمال نہ کروں گا۔
5. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ کہ دروغ گوئی نہ کروں گا۔
6. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اوقاتِ ممنوعہ میں کچھ نہ کھاؤں گا۔
7. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ رقص وموسیقی اور ناٹک سے پرہیز کروں گا۔

8. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ عطریات وزیورات اور پھولوں کے ہار استعمال نہ کروں گا۔
9. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ اونچا یا چوڑا پلنگ استعمال نہ کروں گا
10. میں اس نصیحت کو تسلیم کرتا ہوں کہ کسی سے سیم وزر قبول نہ کروں گا[22]۔

بھکشو کی روزانہ زندگی کے معمولات وضابطۂ اخلاق

بھکشو قبل از طلوع آفتاب غسل کرکے بدھی مندر کی صفائی کرنے کے بعد پانی بھرے گا اور اسے چھان کر پینے کے قابل بنائے گا۔ بعد ازاں کسی پُر سکون مقام پر بیٹھ کر بدھی احکام پر غور وخوض کرنے کے بعد باغ سے پھول چُن کر مندر پر چڑھائے گا جہاں بدھ کی یادگاریں مدفون ہیں۔ اس عمل کے دوران وہ مسلسل گوتم بدھ کی عظمت اور اپنی گراوٹ کے بارے میں سوچے گا۔ پھر اپنے گرو کے ساتھ کشکول تھامے گلی گلی، دردر بھیک مانگنے نکل جائے گا۔ واپسی پر گرو کے پاؤں دھلوا کر اسے کھانا کھلانے کے بعد خود کھائے گا اور کشکول صاف کرے گا۔ اس کے بعد پھر بدھ کی تعلیمات پر غور وفکر کرے گا۔ سہ پہر کے وقت استاد سے مذہبی کتب کے متعلق رہنمائی لے گا اور رات تک ٹھوس غذا سے پرہیز کرنے کے علاوہ اونچے اور چوڑے بستر پر نہیں سوئے گا[23]۔

اسلامی تصوف

اصلاحِ نفس کے لیے اسلام میں "تصوّف" بالفاظ دیگر "صوفی ازم" کا طریقہ رائج الوقت ہے۔ ریاضت کے یہ دونوں طریقے کسی حد تک ایک دوسرے کے متماثل اور متقابل ہیں۔ لیکن طرقِ ریاضت وعبادت میں کافی تضاد پایا جاتا ہے۔ دین اسلام میں ہمیں دو تصوّرات ہر جگہ ملتے ہیں ۔ایک شریعت اور دوسرا طریقت یا تصوّف۔ شریعت دراصل قرآن وسنت پر مبنی اوامر ونواہی کا وہ نظام ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے عمل کو منضبط کرتا ہے۔ جبکہ اس عمل کو حسن نیت اور حسن اخلاص کے کمال سے آراستہ کرکے اتباعِ شریعت کو درجۂ احسان پر فائز کرنے کی سعی وتدبیر کا نام تصوّف ہے۔

لفظ تصوّف کی لغوی تحقیق

تصوّف کے مادۂ اشتقاق اور لفظ صوفی کی وجہ تسمیہ کے باب میں علمائے کبار کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک تصوّف کا لفظ "الصفاء" کے مادے سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہے :صفائی اور پاکیزگی کے ہیں۔ اس مادہ اشتقاق کی روسے کسی شے کو ہر طرح کی ظاہری و باطنی آلودگی سے پاک صاف کر کے اجلا اور شفاف بنا دینا تصوّف ہے۔ اور جو شخص اجلا و صفائی قلب کی کوشش کرتا ہو اس کو "صوفی" کہتے ہیں[24]۔ بعض کے نزدیک تصوّف "الصوف" سے مشتق ہے جس کا معنٰی ہے "اُون کا کپڑا" اور پھر باب تفعّل سے اس کا معنٰی ہے:" اس نے اونی لباس پہنا۔" چونکہ صوفی اکثر صوف کا لباس استعمال کرتے تھے جس میں بفحوائے حدیث عاجزی[25] ہے اور اتباع سنّت ہے۔ اس لیے ان کو صوفی کا نام دیا گیا۔ عروہ بن مغیرہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا:

وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ [26]

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے:

لَبِسَ رَسُولُ اللهِ الصُّوفَ [27]

صوفیاء نے اپنا تشخص ظاہری لباس کے حوالے اس لیے قائم کیا کہ تصوّف سراسر باطنی احوال اور روحانی کمالات سے عبارت ہے اور لفظ تصوّف کے دیگر تمام مادے انہی احوال و کمالات اور باطنی کیفیات پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ روحانی احوال اور کیفیات و کمالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے بلکہ مسلسل تغیّر پذیر رہتے ہیں۔ اس لیے صوفیاء نے اپنا تشخص ایسے اسم کے حوالے سے قائم کرنا پسند نہ کیا جس کا مسمیٰ وہ گوناگوں کیفیات و کمالات جو ہر آن بدلتے رہتے ہیں بلکہ اپنے تشخص کی بنیاد اپنے مستقل معمول یعنی "اُونی لباس" کو اپنایا۔ اس کے علاوہ چونکہ صوفیاء اپنے باطنی احوال و کیفیات کو چھپانا اپنا مقصود سمجھتے ہیں اور ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے باطنی احوال کسی پر منکشف نہ کریں لہٰذا انہوں نے اپنا تشخص ایسے لفظ سے قائم کرنا پسند کیا جو ان کے ظاہری لباس سے متعلق و منسوب تھا[28]۔ لیکن تصوّف میں اُونی کپڑا پہننا کوئی شرطِ لازمی و ضروری نہیں۔ صوفیائے کرام کے لیے ہر قسم رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔

تصوّف کا اصطلاحی معنی

اصطلاحی اعتبار سے تصوّف کے جتنے بھی تعریفات کئے گئے ہیں اُن سب کا حاصل یہ ہے کہ تصوّف ایک علمی باطنی ہے جس کا مقصد انسان کے باطن یعنی نفس اور قلب کی اصلاح کرنا اوران پر قابو پانا ہے۔ نفسانی خواہشات پر قابو پاکر روحانی منازل کو طے کرنا۔ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مکمل اتباع کرنا۔ اختیاری امور کو ترک کرنا اور مجاہدہ و کوشش کرنا اور معبود کے ساتھ اُنس و محبت پیدا کرنا۔ حواس کو انفاس کے مراعات سے محفوظ رکھنا۔ اعتراض سے اعراض کرنا۔ جب کہ بعض کے نزدیک تصوّف اللہ کے ساتھ معاملہ کو صاف رکھنا جس کا اصل دنیا سے اپنے آپ کو فارغ کرنا ہے۔ اوامر ونواہی پر صبر کرنا۔ بعض کے نزدیک خدمتِ تشرف، ترک تکلف، اور استعمال تظرف تصوّف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تصوّف آخذ حقائق، کلام بالد قائق اور حلائق کے ساتھ جو ہے اس سے نااُمیدی کا نام ہے۔ ان تمام حقائق کی طرف علاّمہ جرجانیؒ نے ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے:

التصوف الوقوف مع الآداب الشرعية ظاهرا فيرى حكمها من الظاهر في الباطن وباطنا فيرى حكمها من الباطن في الظاهر فيحصل للمتأدب بالحكمين كمال وقيل مذهب كله جد فلا يخلطونه بشيء من الهزل وقيل تصفية القلب عن موافقة البرية ومفارقة الأخلاق الطبيعية وإخماد صفات البشرية ومجانبة الدعاوى النفسانية ومنازلة الصفات الروحانية والتعلق بعلوم الحقيقة واستعمال ما هو أولى على السرمدية والنصح لجميع الأمة والوفاء لله تعالى على الحقيقة واتباع رسول الله في الشريعة وقيل ترك الاختيار وقيل بذل المجهود والأنس بالمعبود وقيل حفظ حواسك من مراعاة أنفاسك وقيل الإعراض من الاعتراض وقيل هو صفاء المعاملة مع الله تعالى وأصله التفرغ عن الدنيا وقيل الصبر تحت الأمر والنهي وقيل خدمة التشرف وترك التكلف واستعمال التظرف وقيل الأخذ بالحقائق والكلام بالدقائق والإياس مما في أيدي الخلائق(29)

تصوّف کا طریقہ کار اور صوفی کے اخلاقی ضوابط

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوّف دینِ اسلام کا ایک اہم جز ہے کیونکہ اس طریقے کا ثبوت قرآن، حدیث، اجماع اُمت، قیاس واجتہاد کے ساتھ ساتھ عقلی طور بھی مسلّم ہے۔ اس لیے اس کا طریقہ کار بھی الٰہی وسماوی ہے نہ کہ شخصی اور من گھڑت۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اُمور اختیاریہ و

مستحسنہ میں سے اس کا تعلق ہے۔ ہر کوئی کسی بھی وقت کسی بھی حالت میں اس میدان میں آسکتا ہے اور حتّٰی الوسع اپنے باطن کی اصلاح کے لیے جدجہد جاری رکھ سکتا ہے۔

بیعت

جب کوئی فرد سلسلہ تصوّف میں داخلہ لینا چاہتا ہے تو وہ کسی صوفی بزرگ سے باقاعدہ اقرار و اظہار کرکے اللہ تعالیٰ سے ماقبل گناہوں اور کوتاہیوں کی مغفرت طلب کرتا ہے اور آئندہ کے لیے ترکِ معصیات کا مصمم ارادہ کرتا ہے۔ وہ مخصوص انداز سے اپنے ہاتھ اس بزرگ کے ہاتھ میں دیتا ہے اور صوفی بزرگ جو کلماتِ عہد، قول و اقرار کے کہتے ہیں وہ اُن کو دُہراتے ہیں۔ اور یوں وہ صوفی بزرگ اس کا "پیر، شیخ، مربیّ، مرشد" بن جاتا ہے اور یہ فرد اس کا "مُرید، شاگرد" بن جاتا ہے۔ پھر یہ پیر اپنے سلسلے کے مطابق اپنے مُرید کو کچھ مخصوص ازکار و وظائف دیتے ہیں جس کی پابندی مُرید پر ضروری ہوتا ہے۔ یہ پیر باقاعدہ اِن منازل اور تربیت سے گزر کر اسی مقام تک پہنچا ہوا ہوتا ہے اور اپنے پیر کا "خلیفہ مجاز" ہوتا ہے۔ مُرید وقتاً فوقتاً اپنے پیر سے رابطہ رکھتا ہے اور اس کو اپنے قلبی کیفیات، نفسی حالات اور روحانی ادراکات سے آگاہ کرتا ہے۔ اپنے مسائلوں کا اظہار کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے جس کا حل نکالا جاتا ہے۔ اور یوں یہ مُرید اپنے پیر کے زیرِ اثر روحانی تربیت پاتا ہے اور وقتاً فوقتاً مختلف درجات طے کرکے مُرید "پیرِ کامل" بن جاتا ہے۔

بیعت کے مذکورہ بالا تمام رسومات و تعلیمات براہِ راست رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے مختلف جہات اور طُرُق سے منقول ہیں۔

مُرید کے لیے شرائط

جو شخص اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ پاتا اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ حقیقی راہ پر نہیں چلتا اور حقیقی راہ پر نہ چلنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی طلب صادق نہیں اور طلب صادق نہ ہونے کہ وجہ سے عدمِ علم ہے اوہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو ایمان کی حقیقی حلاوت حاصل نہیں ہوئی۔ سچی بات یہ ہے کہ سچی راہ ایک ہی ہے اور باطل راہیں ہزاروں ہیں تو رہبر و رہنما کے بغیر کیسے صحیح راہ پر چل سکے گا؟ جب صحیح رہبر مل جائے تو مُرید کو چاہیئے کہ اپنے تمام کام اس کے سُپرد کردے اور اس

بات کا یقین کرلے کہ اپنی مصائب رائے کے مقابلے میں پیر کی خطاء(جو ظاہری طور پر نظر آتی ہے)میں فائدہ ہے۔ الغرض:

- ✓ مُرید کے لیے لازم ہے کہ اپنے پیرِ کامل سے احوال اور کیفیات کے سلسلے میں رابطے میں رہے۔
- ✓ اپنے مرشد کی ایسی بات جو نا معلوم ہو، اس میں بہتری سمجھے یعنی باطن میں تصرّف نہ کرے۔
- ✓ قلتِ طعام، قلتِ منام، قلت کلام کے اصولوں کو اپنانا۔
- ✓ صفات مذمومہ سے دور رہنا۔
- ✓ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرے حتّٰی کہ زبان چُپ ہو جائے اور قلب جاری رہے۔ یہاں تک کہ کلمہ دل پر غالب رہے۔ اور ہر وقت دل پر یہ خیال غالب آجائے۔
- ✓ استحضار آخرت میں مگن رہنا[30]۔

خلوت نشینی

تصوّف میں صوفی کے لیے یہ بات اہمیت کا حامل ہے کہ وہ اپنی عبادت و ریاضت کے لیے خلوت نشینی اختیار کریں۔ جس کی خاص وجہ اتباع سنت ہے اور نفسیاتی طور پر خلوت نشینی اور یکسوئی کا ارتکاز سوچ و تصوّر اور غور و فکر میں بڑا دخل ہے۔ اسی وجہ رسول اللہ ﷺ بھی اللہ کے حکم سے خلوت نشنی اختیار کرتے تھے۔ ارشاد ربّانی ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا[31]

"اور اپنے ربّ کے نام (اللہ) کا ذکر کیجئے اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف ہو جایئے۔"

نبوت سے پہلے آپؐ جب غارِ حراء میں عبادت کرتے تھے تو اس خلوت نشینی اختیار کرتے اور سوچ و فکر اور غور و خوض میں مگن رہتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

الف العبادة والخلوة فی حایل کونه طفلاً[32]

"آپؐ کو بچپن ہی سے عبادت اور خلوت سے انس تھا۔"

یہاں تک کہ آپؐ کو عزلت نشینی محبوب ہوگئی اور غارِ حراء میں گوشہ نشین ہو کر "تحنّث[33]" کیا کرتے تھے اور کئی کئی راتیں خلوت نشینی میں گزارتے اور طلبِ حق میں مگن رہتے، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپؐ پر نبوت حقّہ کی پہلی وحی اسی حالت میں ہی غارِ حراء میں نازل فرمائی:

ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الخَلاَءُ،وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِحِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ العَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاء (34)

لیکن اس غزلت نشینی اور گوشہ نشینی کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ انسان بس دنیا سے کلی طور پر بیزار ہو کر کوئی کام کسب، محنت و مزدوری نہ کریں اور رہبانیت ہی اختیار کریں۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام نے ہمیں ہر گز یہ حکم نہیں دیتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ کچھ وقت کے لیے دنیاوی اُمور سے فارغ ہو کر اپنی دھیان، توجہّ اور سوچ و فکر اللہ کی طرف مرکوز کرنا اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے اسی وجہ سے ملاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہ یہ خلوت نشینی تین یا سات یا بعض اوقات تیس یا چالیس دنوں پر مشتمل ہوتی تھی اور صوفیہ کرام کی چالیس دنوں کی خلوت نشینی (چلّہ) اسی حکم کے تابع ہے (35)۔

مراقبہ

تصوّف میں مراقبے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ مراقبہ " رقبۃ" کے مادے سے نکلا ہے جس کا معنیٰ ہے " گردن" چونکہ مراقبہ میں سالک اپنا گردن جُھکا کر معرفت الٰہی کی تلاش میں رہتا ہے اس لیے اس کو مراقبہ کہتے ہیں یا محاورۃً استعمال ہوا ہے کہ سالک اپنے گردن کو احکام الٰہی کے سامنے جُھکاتا ہے اس لیے اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ یا مراقبہ کا معنیٰ ہے: حفاظت کرنا اور پاسبانی کرنا۔ چونکہ اہل تصوّف ہر گھڑی اپنے نفس کی خبر رکھنا ضروری سمجھتا ہے اور اس سے غافل نہیں رہتا۔ اور یہ تصوّر ان پر غالب رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ دل اللہ تعالیٰ کی عظمت میں مستغرق اور ان کی ہیبت سے چور رہتا ہو۔ اس میں اللہ کی طرف التفات کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی (36)۔

ذکر اسم ذات و نفی و اثبات

مسلمانوں کو عام حالت میں عموماً اور فارغ اوقات میں خصوصاً ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن تصوّف کے شعبے میں ذکرِ ذات باری تعالیٰ کو بڑی دخل حاصل ہے کیونکہ تصوّف کا مقصد اعظم دلوں کی صفائی اور باطن کو مختلف کدورتوں سے پاک کر کے اسم ذات کا مسکن بنانا ہے اور حدیث کی رُو سے گناہوں کی وجہ سے دلوں کو داغ اور زنگ لگتی ہے تو توبہ، استغفار اور ذکرِ الٰہی

سے دلوں کو صیقل، اجلاء اور صفائی بخشی جاتی ہیں[37]۔ قرآنِ کریم میں رسول اللہ ﷺ کو "ذکر اسم ذات" کی تلقین کی گئی ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا[38]

"اور اپنے ربّ کے نام (اللہ) کا ذکر کیجئے اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف ہو جایئے۔"

ذکر نفی واثبات کا مطلب ہے کلمہ طیبّہ کا ورد کرنا۔"لاَ اِلٰہَ" کو نفی کہتے ہیں جس میں تمام الٰہ باطلہ کی نفی کی گئی ہے اور "اِلاَّ اللہُ" کو اثبات کہتے ہیں جس میں صرف وصرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات ہے۔ صوفیائے کرام ان الفاظ سے دل کو ضرب دیتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر آن میں اِن کلمات کے ورد کا عادی بناتے ہیں۔ اسی طرح "اللہ ھُوْ" کے الفاظ بھی اسی سلسلے میں بہت اہمیت کے حامل ہے جس کے ذریعے قلبی ضربوں سے دلی سکون اور اِجلاء پاتے ہیں۔

قلتِ طعام، منام وکلام

منازل تصوّف کو طے کر کے کمال تک پہنچنے کے لیے اپنے طعام، منام اور کلام میں تخفیف لانا از حد ضروری ہے۔ بلکہ شرعی اصولوں کے مطابق اِن چیزوں میں بے تکلّفی پیدا کرنا عام طور بھی عبادت اور تقوٰی کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء حضرات اِن چیزوں کی پابندی کر کے فنا فی اللہ حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ کثرت طعام سے نفس میں مستی پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان لذاتِ دنیاوی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور یوں سرکشی کرنے لگتا ہے اور پھر اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نفس کو قابو کرنے کے لیے مکمل فاقہ کشی تو نہیں البتہ کھانے میں تخفیف ضروری ہے۔ جس کی عام مثال روزوں کی شکل میں موجود ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے نفس کشی کا علاج بتایا ہے۔ اسی طرح قلتِ منام سے تہجّد گزاری اور رات کی تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے نذر و نیاز کا موقع زیادہ ملتا ہے جب کہ قلتِ کلام سے زبان قابو میں رِہ کر اس کے ضررات اور اسی طرح فضول بکواس، بحث ومباحثے، غیبت، چغلی وغیرہ سے انسان نجات پاتا۔ حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ ابدال کو جو مرتبہ ملا تو گوشہ نشینی، بھوکا رہنے، خاموشی اختیار کرنے اور جاگنے کی بدولت[39]۔ الغرض! قلّتِ طعام سے نفس، قلّتِ کلام سے زبان اور قلّتِ منام سے اعضاء قابو میں

رکھ کر ایک طائرِ لاھوت اپنی پرواز کو جاری رکھ کر مقامِ لاھوت تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔اسی وجہ سے علاّمہ اقبالؒ ایک شعر میں فرماتا ہے:

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

بھکشوؤں اور صوفیوں کے ضابطۂ اخلاق کا تقابل

1. بھکشو ازم کے بالمقابل اصلاحِ نفس کے لیے اسلام میں "تصوّف" بالفاظ دیگر "صوفی ازم" کا طریقہ رائج الوقت ہے۔ریاضت کے یہ دونوں طریقے کسی حد تک ایک دوسرے کے متماثل اور متقابل ہیں، لیکن طرقِ ریاضت وعبادت میں کافی تضاد پایا جاتا ہے۔گوتم بدھ نے رسوم وعبادات کو بغیر نفس کی اصلاح کے بے کار اور بے معنٰی قرار دیا ہے، اور گوتم بدھ کے پیغام کا مرکزی نقطہ نظر اصلاح تھا جب کہ اسلام میں محض رسومات کا انکار کیا گیا ہے اور جن عبادات کو فرض قرار دیا گیا ہے،ان کا مقصد ہی تقوٰی اور اصلاحِ نفس ہے۔نماز،روزہ،زکوٰۃ،حج وغیرہ تمام عبادات کا مقصد قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حصولِ تقوٰی ،اصلاح نفس اور رضاء خداوندی قرار دیا ہے۔

2. گوتم بدھ نے حرص اور خواہشات نفسانی کو تمام تکالیف اور مصائب کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔جس کو ختم کرنے کے لیے وہ اپنے پیروکاروں کو مختلف قسم کے غیر فطری ریاضتوں کا درس دیتا ہے لیکن اس کے بالمقابل اسلام کا ضابطۂ اخلاق یہ ہے کہ "اپنے خواہشات کو کچلنے کے بجائے اسے دینِ اسلام ،احکامِ خداوندی اور سنّتِ رسول ﷺ کے مطابق بنادو۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ[40]

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے خواہشات کو اس دین کے تابع نہ کرے جو میں لایا ہوں۔"

اس کی بجائے جو شخص اپنے نفس کی پیروی کر کے غلطی کا ارتکاب کریں تو اس کو گناہ گار اور نادان انسان قرار دیا جاتا ہے۔

3. گوتم بدھ کی تعلیمات کا اصل مقصد "نروان" یعنی اطمینان قلب کا حصول ہے جو خواہشات کو ختم کرنے سے حاصل ہوتا ہے جب کہ اسلام میں گو اطمینان قلب کی اہمیت مسلّم ہے لیکن اس کے حصول کا ذریعہ "ذکر الٰہی" ہے، جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب (41)

"جنہوں نے ایمان لایا اور اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر کے ساتھ مطمئن کیا تو جان لو کہ اللہ ہی کی ذکر سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔"

4. گوتم بدھ نے ابتداء میں اصلاح نفس کی دعوت دی اور اس پر زور دیا، لیکن بعد میں آنے والوں نے اس سارے سسٹم کو چھوڑ دیا، جب کہ اسلام نے ایسے اصول مقرر کیے اور ایسے طریقے بتائے جو ناقابل تسخیر و تبدیل ہیں۔ اسلام نے اصلاح نفس کے لیے آسان اور انسانی فطرت کے مطابق طریقے وضع کئے ہیں جس سے ایک طرف اگر انسان کی نفسی اصلاح ہوتی ہے تو دوسری طرف معاشرتی اصلاحات کو بھی متضمن ہوتی ہے۔ اسلام نے ہمیں بتایا کہ نماز بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَر (42)

اس سے انسان کے نفس کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور معاشرتی اصلاح بھی۔ شروع سے یہ صدا اس طرح مکرّر سنائی دے رہی ہے۔ اسلام نے تقویٰ اور پرہیز گاری کا حکم دیا، آغاز سے باہنوز وہ حکم اسی طرح ہے، مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں تغیر واقع نہیں ہوا۔

5. گوتم بدھ کی تعلیمات کے مطابق سب کچھ چھوڑ کر عزلت نشینی اختیار کرنے سے مقام عرفان ملتا ہے۔ یہ تعلیمات غیر فطری طریقوں پر عمل کرنے کی طرف رغبت دلاتی ہیں، جب کہ اسلام فطری طریقہ کے مطابق انسان کو مقام عرفان کی تلاش کی ترغیب دیتا ہے۔ بدھ مت میں دنیا کو چھوڑنا پڑتا ہے، لیکن اسلام اس طریقہ کی مخالفت کرتا ہے۔ داعی اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لارهبانية في الإسلام (43) "اسلام میں رہبانیت اور گوشہ نشینی نہیں ہے۔"

کہ دنیاوی اُمور سے گوشۂ نشین ہو کر ایک طرف عبادت میں مصروف ہو جائے اور دنیا سے تعلق کٹ جائے یہی طریقہ اصل میں نصاریٰ کا تھا جس کی ابتداء انہوں نے کی تھی مگر پھر اس کی رعایت نہیں رکھا:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا[44]

اسی وجہ سے جب سیدنا عثمان بن مظعونؓ نے اپنے لیے ایک علٰحدہ جگہ بناتا جس میں وہ گوشۂ نشین ہو کر عبادت کرتا تھا۔جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپؐ اس جگہ کے دروازے پر پہنچے جس میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہوتے، تو آپؐ نے فرمایا:

یاعثمان!إن الله تعالى لم يبعثني بالرهبانية-وإن خيرالدين عندالله الحنيفية السمحة[45]

"اے عثمان! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے رہبانیت کے ساتھ نہیں بھیجا ہے اور اللہ کے نزدیک بہتر دین خالص اور آسان ابراہیمی دین (دینِ حنیف) ہی ہے۔"

اسلام ہمیں دین و دنیا کے حسین امتزاج کا درس دیتا ہے۔اسلام اگر ایک طرف ہمیں عبادات کا درس دیتا ہے اور اس کو باعث نجات ٹھہراتا ہے تو دوسری طرف اسلام نے ہم پر کچھ معاشرتی ذمّہ داریاں بھی عائد کی ہے۔جس کو نبانا بھی باعث اجر وثواب ہے۔اسلام اگر ایک طرف دنیاوی امور کی نفی نہیں کرتا ہے تو دوسری طرف یہ بھی اجازت نہیں دیتا ہے کہ مسلمان دنیا ہی کا رِہ جائے اور دنیاوی امور میں اتنا غافل ہو جائے کہ دینی احکامات سے روگردانی کریں اور نوبت عدم ادائیگی کی صورت میں ظاہر ہو جائے۔اسلامی تعلیمات کی اصل خوبی اس کی میانہ روی اور عدل ہے جس کی وجہ سے اسلام ہمیں ہر حال میں حتّٰی کہ عبادات میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا درس دیتا ہے۔

6. بدھ مت میں پیٹ بھرنے کے لیے گداگری کی تعلیم دی گئی ہے۔اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی اور اپنے ہاتھ کی کمائی کو خیر عمل قرار دیا ہے۔اور بلا ضرورت کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کو قابلِ مذمت فعل ٹھہراتا ہے۔جب کہ حصول تواضع کے لیے اسلام نے امورِ تواضع اور دلی تواضع کی حوصلہ افزائی کی ہے۔
7. گوتم نے اپنے ماننے والوں کی اصلاح کی جگہ خانقاہوں کو ٹھہرایا، اسلام میں اس کی پابندی نہیں کہ صرف خانقاہ ہی مخصوص ہو، بلکہ اسلام انسان کی اصلاح ہر جگہ کرنے کے حق میں ہے۔یہ

نہیں کہ خانقاہوں میں تو اصلاح وتربیت ہو اور باہر نہ ہو۔ہاں یہ ضرور ہے بلکہ امورِ انتظامیہ میں سے ہے کہ اجتماع میں سہولت پسندی کے لیے اور سالکین کی تربیت کے حصول کے لیے ایک مخصوص جگہ ہو جو ان کے اماجگاہ وتربیت گاہ ہو، خواہ وہ مسجد ہو یا خانقاہ، مدرسہ ہو یا تربیت گاہ۔

8. اسی طرح بھکشو بننے کے لیے جو شرائطِ داخلہ گذشتہ صفحات میں بیان ہوئے، اسلام نے کبھی بھی ایسے شرائط تحریری طور پر تو درکنار، زبانی بھی بیان نہیں کیا اور نہ ہی ان کا اعتبار کیا ہے۔بلکہ صرف اتنا کہا ہے کہ قبولیت اسلام کے لیے تصدیق قلبی کے ساتھ ساتھ توحید ورسالت کا اقرارِ لسانی بھی کافی ہے۔ اور پھر جو بھی اصلاح نفس کسی بھی شرعی طریقے سے کرنا چاہتا ہو، اس کو اجازت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 فیروزالدین، مولوی، الحاج، فیروزُ اللغات:۱۱۹۵، مادہ: م۔ت، فیروز سنز، لاہور، (س۔ن)

2 : نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري، غرائب القرآن ورغائب الفرقان۱:۳۶۹، دار الكتب العلمية،

بیروت، لبنان، ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء

3 شریف احمد، مولانا، مذہب کی ضرورت واہمیت دورِ حاضر میں:۳۶، نظارت دعوت و تبلیغ، بھارت، ۱۹۷۴

4 محمد یوسف خان، مولانا، پروفیسر، تقابل ادیان:۳۱، بیت العلوم، پرانی آنار کلی، لاہور، پاکستان (س۔ن)

5 مذہب کی ضرورت واہمیت دورِ حاضر میں:۳۶

6 ولی خان المظفر، مولانا، مکالمہ بین المذاہب:۲۲، مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل ٹاؤن، کراچی، ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء

7 مذہب کی ضرورت عصر حاضر میں:۱۸-۲۸، ملخصاً

8 فیروزُ اللغات:۱۸۹، مادہ: ب۔د

9 محمودُ الرّشید حدوٹی، مولانا، مطالعۂ مذاہب:۵۰، مکتبہ آبِ حیات، لاہور، دسمبر ۲۰۰۵ء

10 ابو عبد اللہ محمد شعیب، اقوامِ عالم کے ادیان ومذاہب:۹۲، مسلم پبلیکیشنز، شاہدرہ، لاہور، ۲۰۰۷ء

11 لیوس مور، مترجم: یاسر جواد مسعدیہ جواد، مذاہبِ عالم کا انسائیکلوپیڈیا:۲۱۵، المطبعۃ العربیہ، لاہور، ۲۰۰۳ء

12 اقوامِ عالم کے ادیان ومذاہب:۹۲

13 نفس مصدر:۹۳

14 فیروز اللغات:۲۳۶-۸۴۸،مادہ:ب۔ھ،ش۔و

15 اقوامِ عالم کے ادیان و مذاہب:۹۷

16 مطالعہ مذاہب:۵۳

17 تقابل ادیان: ۹۱

18 کرشن کمار، گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک:۲۸۲،المطبعۃ العربیہ، نگارشات پبلشرز،لاہور،۲۰۰۷ء

19 مطالعہ مذاہب:۵۳ ۔۔۔ تقابل ادیان: ۹۲

20 گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک:۲۸۲۔۲۸۳

21 نفس مصدر: ۲۸۴

22 گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک:۲۸۴ - ۲۸۵

23 تقابل ادیان: ۹۳، گوتم بدھ راج محل سے جنگل تک:۲۸۶

24 ابن تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، مجموع الفتاوی ۱۱ : ۱۶ ،دار الوفاء،۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

25 أحمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱۰ : ۲۶۷،بذیل باب لبس جبة الصوف،دار المعرفۃ،بیروت،۱۳۷۹ء

26 محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن المغیرۃ البخاری، صحیح البخاری،کتاب اللباس (۸۱) باب باب لبس جبة الصوف في الغزو (۱۰)حدیث(۵۷۹۹)،دار الشعب، قاہرہ،۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء

27 ابن ماجۃ أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی،سنن ابن ماجہ،کتاب الاطعمۃ (۲۹)باب خُبْزِ الشَّعِیْرِ(۴۹) حدیث(۳۳۴۸)،مکتبۃ أبي المعاطی (س۔ن)

28 محمد طاہر القادری،ڈاکٹر، حقیقت تصوف:۸۸، منہاج القرآن پبلی کیشنز،لاہور،نومبر ۲۰۱۱ء

29 علی بن محمد بن علی الجرجانی،التعریفات : ۸۳ - ۸۴، تعریف:۳۷۸،دار الکتاب العربی، بیروت،۱۴۰۵ھ

30 کیمائے سعادت:۳۴۹ - ۳۵۲، ملخصاً

31 سورۃ المزمل ۷۳ : ۸

32 علی بن برہان الدین، حلبی،السیرۃ الحلبیہ ۱ : ۳۸۲،دار المعرفۃ بیروت،۱۴۰۰ھ

33 تحنّث، حَنَثَ کے مادے سے ہے جس کا لغوی معنی ہے ترک کرنا، قسم توڑنا وغیرہ۔ یہاں مراد گناہ کو ترک کرنے کی کوشش کرنا اور عبادت میں مشغول ہونا ہے۔ دوسری توجیح یہ ہے کہ یہاں کلام عرب کے مطابق "ثاء""فاء" سے بدل ہو چکا ہے اور اصل میں "تحنّف" جو کہ " حنیف" سے مشتق ہے اور دینِ حنیف یعنی دین ابراہیمی کی طرف منسوب ہے۔ تو اسی اعتبار سے معنٰی یہ بنتا ہے کہ " یتبع الحنیفیة " کہ دین حنیف یعنی دینِ ابراہیمی کی اتباع کرتے اور

اسی کے مطابق عبادت کرتے۔(أحمد بن علی بن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱ : ۲۳،بذیل تشریح حدیث(۳)دار المعرفة، بیروت،۱۳۷۹ء)

34: صحیح بخاری، كِتَاب بَدْءِ الْوَحِيِ(۱)باب كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(۱)حدیث:۳

35 ملاّعلی قاری، مرقاة المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ۵ : ۴۰۱، مطبع وسن اشاعت نامعلوم

36 امام غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، کیمیائے سعادت:۶۰۸، ملخصًا، مکتبہ رحمانیہ، لاہور(س۔ن)

37 أحمد بن حنبل أبو عبد اللہ الشیبانی، مسند امام أحمد بن حنبل ۲ : ۲۹۷، مسند ابوہریرہ، حدیث(۷۹۳۹)، مؤسسة قرطبہ، قاہرہ(س۔ن)

38 سورۃ المزمل ۷۳ : ۸

39 کیمیائے سعادت:۳۵۲

40: حسین بن مسعود، بغوی، شرح السنۃ ۱: ۲۱۳، حدیث: ۱۰۴، مكتبة الإسلامي، دمشق، بیروت، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

41 سورۃ الرعد ۱۳ : ۲۸

42 سورۃ العنکبوت ۲۹ : ۴۵

43: امام سیوطی، عبد الغنی، فخر الحسن دہلوی ، شرح سنن ابن ماجہ: ۲۹۱، حدیث:۴۰۲۶، قديمي کتب خانہ، کراچی (س۔ن)

44 سورۃ الحدید ۵۷: ۲۷

45 عبد اللہ بن محمد البغوی، معجم الصحابة ۴ : ۱۴۳، باب عثمان بن مظعون، حدیث(۱۷۸۸)، مكتبة دار البیان، کویت (س۔ن)